عدلیہ سب کیلئے ایک جیسی

تحریر: سہیل احمد لون

نوے کی دہائی کے آخر کی بات ہے میں جرمنی سے 3 ہفتے کی سالانہ رخصت پر پاکستان آیا جہاں میرا آبائی گھر شمالی لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے عقب میں واقع ہے۔انواع واقسام کے دیسی کھانوں کی دعوتیں اڑانے کے بعد ایک ہفتہ ہیضہ کے موذی مرض میں مبتلا رہا۔ ہمارے علاقے میں اصلی ایم بی بی ایس ڈگری ہولڈر ایک ہی ڈاکٹر سمیع اللہ خان تھا۔جس کے کلینک پر مریضوں کا رش ایسے ہوتا جیسا رمضان کے دنوں میں خیراتی دیگ کے گرد غریبوں کا ہجوم! ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد کلینک سے منسلک ایک ہال کمرے میں لکڑی کے لمبے سے بینچ پر مجھے لٹا دیا جہاں پہلے سے 7 مریض اپنے مستقبل کا فیصلہ سننے کیلئے دراز تھے' سب کو گلوکوز کی ڈرپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔میرے بھائی کو ڈاکٹر صاحب نے پرچی پر ایک کوڈ نمبر لکھ کر ساتھ والے میڈیکل سٹور پر جانے کا حکم صادر فرمایا۔ بھائی کچھ دیر بعد گلوکوز کی 3 بوتلیں ہاتھ میں لیے کلینک میں داخل ہو رہا تھا۔کلینک میں موجود نرس نما لڑکی نے مجھے ڈرپ لگا دی۔گلوکوز کی تین بوتلیں لگوانے کے دوران میں نے دیکھا کہ اس ہال کمرے میں کئی مریض لائے گئے جن کا ڈراپ سین بھی ڈرپ تھا۔ڈرپ سے فارغ ہو کر ڈاکٹر صاحب سے دوالی اور گھر واپس چلا آیا۔شاید چھٹی راس نہ آئی تھی کہ چند روز بعد بخار ہو گیا میں پھر ڈاکٹر سمیع اللہ خان کا مہمان تھا ۔مجھے ڈاکٹر صاحب نے ایک پرچی تھما دی کلینک سے منسلک میڈیکل سٹور پر بھیج دیا۔پرچی پر کسی دوا کا نام نہیں بلکہ کوئی کوڈ نمبر درج تھا میڈیکل سٹور والے نے مجھے گلوکوز کی بوتل دی تو حیرت ہوئی کہ بخار کے لیے بھی ڈرپ اور ساتھ ہی کمر میں تکلیف یہ سوچ کر ہونا شروع ہو گئی کہ آج پھر لکڑی کے بینچ پر دو چار گھنٹے لیٹنا پڑیگا۔ ڈرپ لگوانے کے بعد ڈاکٹر صاحب سے دوا لے کر کلینک سے باہر نکل رہا تھا کہ میرا بچپن کا دوست ذوالفقار علی زلفی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولا: ''یار کتنی بوتلیں لگوائیں ہیں؟'' میں نے کہا: ''آج صرف ایک ہی لگی ہے مگر چند دن قبل تین لگوائیں تھیں۔'' زلفی نے کہا: ''ڈاکٹر کے ہاتھ میں اللہ تعالی نے شفاء بہت رکھی ہے یہی وجہ ہے ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کی سرکاری نوکری کو خیرباد کہہ کر فل ٹائم کلینک چلانا شروع کر دیا ہے۔'' دوست نے مزید بتایا کہ انہیں اہل علاقہ ڈاکٹر ''ڈرپاں والا'' کہتے ہیں کیونکہ یہ ڈرپ بہت لگاتا ہے۔ساتھ والا میڈیکل سٹور بھی ڈاکٹر صاحب کا ہے پرچی پر دوا کی بجائے کوڈ نمبر ہوتا ہے جس کا صرف اس میڈیکل سٹور والوں کو ہی پتہ ہوتا ہے۔لہذا ڈرپ یا دوا جو بھی خریدی جائے' پیسہ بالآخر ڈاکٹر صاحب کی جیب میں آتا ہے۔میں نے پوچھا کہ ''کیا یہ تمام مریضوں کو ڈرپ لگاتا ہے خواہ بیماری کی نوعیت کچھ بھی ہو؟'' زلفی نے بتایا ''نہیں ڈرپ والا سلوک صرف عمومی مریضوں سے کیا جاتا ہے جبکہ ان مریضوں سے جن کا ڈاکٹر صاحب سے خاص تعلق اور رغبت ہے وہ ڈرپ سے مستثنیٰ ہیں۔'' مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب مرض کو نہیں بلکہ مریض کے ساتھ ذاتی تعلق کو بنیاد بنا کر تشخیص اور علاج کرتے ہیں۔

ویسے تو وطن عزیز میں دوہرا معیار، منافقت اور اقربہ پروری ہر ادارے اور شعبے میں نظر آتی ہے۔ ماضی میں جمہوری حکومتوں کو کرپشن اور

اقربہ پروری کے الزامات لگا کر فارغ بھی کیا گیا۔مگر اس کے بعد آنے والی حکومتوں نے بھی کرپشن اور اقربہ پروری کا سلسلہ وہیں سے شروع کیا جہاں سے منقطع۔بدقسمتی سے ترقیاتی کاموں کو ہر آنے والی حکومت اپنی انا کے قبرستان میں دفن کر دیتی ہے۔ریاستی امور کو چلانے کے لیے عدلیہ،حساس ادارے، پارلیمنٹ اور صدر پاکستان سب کا اپنا اپنا کردار ہوتا ہے۔ ہر ادارہ غیر جانبدارانہ رویہ رکھ کر ریاستی اور حکومتی امور چلائے تو کبھی تصادم نہیں ہو سکتا مگر بدقسمتی سے وطن عزیز میں صدر، وزیر اعظم اور آرمی چیف کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان دیکھنے کو اکثر ملا جس کے نتیجے میں اداروں میں تصادم ہوتا رہا،جمہوریت اور آمریت کی آنکھ مچولی ہوتی رہی،غریب عوام کی زبوں حالی بد سے بدترین ہوتی گئی۔آصف علی زرداری نے اٹھارویں ترمیم سے صدر کے وہ اختیارات جن کا جائز یا ناجائز استعمال کر کے ماضی میں حکومتوں کو آئینی مدت پوری ہونے سے قبل ہی فارغ کر کے گھر بھیج دیا جاتا تھا وہ پارلیمنٹ کو واپس دے کر آنے والی حکومتوں کے لیے سکون کا کچھ سامان مہیا کر دیا۔ملکی تاریخ میں پہلی بار کسی جمہوری حکومت نے آئینی مدت بھی پوری کی اور جمہوری روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اقتدار نئی حکومت کو منتقل بھی کیا۔آرمی چیف اور صدر پاکستان کا سابقہ حکومت کے پانچ برس پورے کروانے میں اہم کردار رہا ہے۔

عمومی طور پر صدر یا آرمی چیف ملکی وزیر اعظم کی چھٹی کرانے کا موجب بنتے رہے ہیں مگر سابقہ دور میں اعلی عدلیہ کے چیف نے بھی گیلانی صاحب کی چھٹی کروا کر چیف صاحب ہونے کا ثبوت دیا۔ وطن عزیز کا موجودہ منصف اعلی اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے قبل کسی چیف کو دوبارہ عہدے پر بحال کروانے کے لیے کبھی ایسی تحریک دیکھنے میں نہ آئی۔عوامی رہنماء ہونے کا دعوی کرنے والے سیاسی سائنسدان ذوالفقار علی بھٹو کو معزول ہونے کے بعد ایسی عوامی تحریک نصیب نہ ہو سکی جو بھٹو کی جان بچانے میں کامیاب ہو سکتی۔چیف صاحب کے ساتھ عوام نے کچھ زیادہ ہی امیدیں وابستہ کر رکھیں تھیں مگر نتیجہ وہی ہے جو پہلے تھا۔اب تک پیپلز پارٹی کے سیاسی رہنماء منصف اعلی کے زیر عتاب رہے مگر اب یہ دائرہ بڑھ کر پی ٹی آئی تک جا پہنچا ہے۔حالیہ دنوں پی ٹی آئی کے چیئر مین عمران خان بھی توہین عدالت کے الزام میں چیف صاحب کے دربار میں حاضری لگا چکے ہیں۔قانون سے کوئی بالاتر نہیں اگر تحریک انصاف کے سربراہ جن کی پارٹی کا بنیادی نعرہ ہی آزاد عدلیہ اور انصاف کی فراہمی بلاامتیاز ہے اگر عدالت کے تقدس کو پامال کرتے ہیں تو قانون کے مطابق ان سے سلوک ضرور ہونا چاہیے۔مجھے حیرت اس بات کی ہے کہ فیصل رضا عابدی نے چیف صاحب کا نام لیکر الزامات کے مندر کی گھنٹیاں اتنے زور شور سے بجائیں تھیں کہ ان کی بازگشت آج بھی گونج رہی ہے مگر انصاف کی مورتی کے آنکھ اور کان بند رہے۔اس کے علاوہ بھی کئی سیاسی وسماجی شخصیات کے علاوہ بعض اینکر حضرات نے بھی اعلی عدلیہ کی حرمت کا پاس نہ رکھا مگر ان سے ازراہ شفقت کوئی باز پرس نہ کی گئی۔نون لیگ کا انتخابی نشان شیر تھا مگر انصاف کے ترازو کی مکمل حمایت حاصل ہے۔نوے کی دہائی میں سجاد علی کے گانے کی ایک ویڈیو بہت ہٹ ہوئی جسے ان دنوں ری مکس کرنے کا سوچا جا رہا تھا مگر حالات دیکھ کر فی الحال ری مکس کا کام روک دیا گیا ہے کیونکہ گانے کے بول ''بس رے بس زیادہ بات نہیں چیف صاحب'' ہیں۔جن دنوں یہ گانا ہٹ تھا اس وقت جمہوری حکومت تھی لہذا آرمی چیف نے نوٹس نہ لیا، اعلی عدلیہ کے چیف نے سجاد علی کو اپنا ہم نام ہونے کی وجہ سے رعایت دے دی۔مگر اس وقت اگر ری مکس ہو کر گانے کی ویڈیو منظر عام پر آجائے تو بعید نہیں اس کا بھی چیف صاحب نوٹس لے لیں۔ازخود نوٹس اگر عوامی مفاد میں لیا جائے تو اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہیے مگر نوٹس

برائے نوٹس کا کیا فائدہ......؟ چینی کی پرائس کا بھی نوٹس لیا گیا تھا تو کیا ہوا؟ چینی کی قیمتیں کسی نے کم نہ کیں، 2 برس قبل ماہ رمضان میں سیالکوٹ میں دو حافظ قرآن درندگی کی بھینٹ چڑھائے گئے ،از خود نوٹس لیا گیا مگر آج تک قاتلوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ ایسے لاتعداد کیسز ہیں جن پر نوٹس تو لیا گیا مگر......! گائنا کالوجسٹ کے پاس عورت حمل ٹیسٹ کے لیے آئے تو رزلٹ حاملہ یا غیر حاملہ ہوتا ہے درمیان میں کچھ نہیں۔اسی طرح منصف کے پاس جب ملزم آئے فیصلہ مجرم ثابت ہونے کی صورت میں سزا یا معصوم ثابت ہونے کی صورت میں بریت ہوتا ہے درمیان میں کچھ نہیں۔اصغر خان کیس کا فیصلہ دو دہائیوں کے بعد سنایا گیا مگر اس میں نہ کوئی بری ہوا اور نہ کسی کو سزا......! شاہد آفریدی کو دھواں دھار بیٹنگ کی وجہ سے بوم بوم، مصباح الحق کو سست بیٹنگ کی وجہ سے ٹک ٹک اور ڈاکٹر سمیع اللہ خان کو ڈاکٹر ڈریپاں والا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح کہیں مستقبل میں چیف صاحب کو نوٹس لینے کے حوالے سے یاد نہ کیا جائے۔نوٹس لینے میں برائی نہیں مگر ڈاکٹر سمیع اللہ کی طرح مرض کی بجائے مریض کو دیکھ کر ڈرپ نہ لگائی جائے بلکہ ہر مریض کو مرض کی بنا پر ڈوز دی جائے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

08-08-2013.